© rasailojaraid.com

''اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا، مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائے گا۔ اگر جو کوئی ابن آدم کے بر خلاف کچھ کہتا ہے تو اسے معاف کردیا جائے گا، لیکن جو پاک روح کے خلاف کچھ کہے گا اسے نہ تو اس دنیا میں معاف کیا جائے گا نہ آنے والی دنیا میں''۔(متی، ۱۲:۳۰۔۳۲)

قرآن کریم میں بھی شرک کی بہت سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَاتُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان:۱۳)

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔

شرک کو اسلام میں اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کے تمام نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اُوحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (الزمر:۶۵)

''(یہ بات تمھیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے، کیوں کہ) تمھاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہوجائے گا اور تم خسارے میں رہو گے''۔

انسان کے تمام گناہ معاف کیے جا سکتے ہیں، لیکن شرک کسی صورت میں قابل معافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَغْفِرُ اَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَن یَشَاءُ وَمَن یُشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْماً عَظِیْماً (النسائ:۴۸)

''اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھیرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔"

مشرک پر جنت حرام کردی گئی ہے اور اسے دائمی جہنمی قرار دیا گیا ہے:

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدۃ: ۷۲)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا اس پر اللہ نے جنّت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ تمام الہامی مذاہب توحید کے زبردست حامی ہیں اور یہی تمام انبیاء کرام کی وعظ ونصیحت اور اصلاح وتبلیغ کا بنیادی نکتہ اور مرکزی پیغام تھا۔ قرآن مجید میں اس کی صراحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْھُمْ مَّنْ ھَدَی اللّٰہُ وَمِنْھُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْہِ الضَّلٰلَۃُ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ (النحل: ۳۶)

"ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔ اس کے بعد ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ضلالت مسلط ہو گئی۔ پھر ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہو چکا ہے"۔

موجودہ تورات اور انجیل کو مکمل طور پر الہامی نہیں قرار دیا جاسکتا، لیکن تحریفات کے باوجود ان کتب میں عقیدۂ توحید کو دبایا نہیں جاسکا۔ ان میں قرآن مجید کی طرح جابجا توحید پر زور دیا گیا ہے اور ہر قسم کی یکتائی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کی گئی ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ تورات اور انجیل کے حاملین کی اکثریت نے عقیدۂ توحید سے انحراف کیا اور کفر وشرک میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے ساتھ یہ بھی المیہ ہے کہ امت محمدیہ میں سے بھی بعض افراد شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆ ☆ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلم دورِ حکومت کے علماء وصوفیہ اور دعوتِ دین

ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی

مسلم حکم رانوں کے اچھے نظم ونسق، رعایا پروری نیز دینی و مذہبی محاسن کی وجہ سے ہی ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ یہ سلاطین جہاں بھی فتوحات کے لیے جاتے، مسلمانوں کی بڑی تعداد ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ بہت سے لوگ ملک فتح کرنے کے بعد اپنے مقام کو لوٹ آتے تھے، لیکن ان میں ایسے بھی افراد ہوتے جو وہیں رک جاتے تھے۔ یہ لوگ چوں کہ شان دار اسلامی تہذیب کے حامل ہوتے تھے، اس لیے مقامی باشندوں کا ان سے میل جول کی بنا پر متاثر ہونا ایک فطری امر تھا اور یہ لوگ خود بھی یہی چاہتے تھے کہ ان کو اسلامی تعلیمات و اقدار سے روشناس کرایا جائے۔ شمالی ہندوستان میں مسلمان بہ تدریج آئے اور یہاں مقیم ہوئے۔ سلاطین اور مسلم افواج سے جڑے علماء ومشائخ اور صوفیہ کرام کی بھی جماعت ہوتی تھی، جنھیں ذمہ داری دی جاتی تھی کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کی فکر کریں، بلکہ مقامی باشندوں کو بھی اپنے فیضان سے محروم نہ کریں۔ اگر یہ سلاطین نہ آتے تو کیسے ممکن تھا کہ علماء وصوفیہ یہاں دین کی دعوت عام کرتے اور اسلامی تعلیمات کو پھیلاتے۔ سید صباح الدین عبدالرحمن لکھتے ہیں:

> ’’مسلمان بادشاہوں کی بدولت ہندوستان میں علماء اور صوفیہ کو قدم جمانے کا، اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کا موقع ملا اور ہر دور میں بہ کثرت علماء پیدا ہوتے رہے۔ سلاطینِ دہلی کے ابتدائی دور میں علماء زیادہ تر نیسا پور، صغان، غزنین، کاشان، بلخ، سجستان، خوارزم اور تبریز سے آئے، جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہے۔‘‘[۱]

ہندوستان کے علماء ومشائخ اور فقہاء ومحدثین کی خدمات جلیلہ کی طویل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخ ہے اوران کی تعداد بھی بہت ہے۔ ان میں سے بعض علمائے عظام اور بزرگانِ دین کی مساعی جمیلہ کا ذکر سطور ذیل میں بالاختصار کیا جارہا ہے۔

شیخ ابوترابؒ

جن دنوں سندھ میں عربوں کی حکومت تھی، ایک بزرگ اور صوفی تبع تابعی شیخ ابوترابؒ کے وارد ہونے اور وہاں قیام کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے اپنے وعظ وارشاد سے بہت سے غیر مسلموں کو حلقۂ اسلام میں داخل کیا۔ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ وہ عباسی خلفاء کے عہدِ حکومت میں آئے اور کئی علاقوں پر قابض ہوگئے تھے۔ ان کا مزار زیارت گاہ خاص وعام ہے اوراس کے گنبد پر ۱۷۱ھ/ ۷۸۸ء درج ہے۔ ۲؎

داتا گنج بخش لاہوریؒ

شیخ علی بن عثمان ہجویری (۴۰۰ھ/۱۰۰۹–۴۶۵ھ/ ۱۰۷۲ئ) بہ ملقب داتا گنج بخش لاہوری، غزنی سے چلے اورمختلف اسلامی دیارو امصار کی سیاحت کے بعد سلطان مسعود بن محمود کے آخری عہد میں لاہور میں وارد ہوئے۔ امیر حسن سنجری نے خواجہ نظام الدین اولیا کے حوالے سے آپ کے ہندوستان آنے کا دل چسپ واقعہ بیان کیا ہے:

> ’’شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہما دونوں ایک ہی پیر کے مرید ہوئے اور وہ پیر اپنے عہد کے قطب تھے۔ شیخ حسین زنجانی ایک زمانے میں لاہور میں رہتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعدان کے پیر نے خواجہ علی ہجویری کو حکم دیا کہ لاہور جاؤاور وہاں رہو۔ شیخ علی ہجویری نے عرض داشت کی کہ وہاں حسین زنجانی موجود ہیں۔ پیر نے فرمایا: تم جاؤ۔ جب علی ہجویری ان کے اشارے کے موافق لاہور میں پہنچے تو رات تھی۔ دوسری صبح شیخ حسین زنجانی کا جنازہ باہر لایا گیا۔‘‘ ۲؎

شیخ ہجویری کے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے، جن میں سے رائے راجو، جو سلطان مودود بن مسعود غزنوی کی طرف سے لاہور کا نائب تھا، خاص طور پر قابل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذکر ہے۔مسلمان بنانے کے بعد اس کا نام شیخ ہندوی رکھا گیا۔۳؎ آپ ایک اچھے استاد ہونے کے ساتھ بڑے پایہ کے مصنف بھی تھے،شعر وشاعری کا بھی اچھا ذوق تھا۔متعدد کتابیں تصنیف کیں،مگر سوائے کشف المحجوب کے کسی کتاب کا پتہ نہیں چلتا۔یہ تصوف کی پہلی کتاب تصور کی جاتی ہے۔اس میں تصوف کے طریقے کی تحقیق،اہلِ تصوف کے مقامات کی کیفیت،ان کے اقوال اور صوفیانہ فرقوں کا بیان ہے۔دارا شکوہ نے اس کی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے کہ ''یہ تصنیف در حقیقت کامل رہنما ہے،کتبِ تصوف میں ایک مرشد کامل ہے،فارسی زبان میں ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔'' ۴؎

شیخ عزیز الدین مکیؒ

شیخ عزیز الدین مکی بغداد کے رہنے والے تھے۔بارہ سال مکہ معظّمہ میں مقیم رہے،اس لیے پیر مکی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۵۷۴ھ/ ۱۱۷۸ء میں لاہور تشریف لائے۔اس وقت وہاں غزنوی خاندان کی حکومت تھی،لیکن سلطان محمد غوری پنجاب میں داخل ہو چکا تھا۔لاہور کے غزنوی حاکم خسرو ملک نے آپ سے دعا کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا کہ ابھی چند سال تمہیں امان ہے،اس کے بعد لاہور میں غوری کی حکومت ہو جائے گی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چھ سال بعد لاہور پر شہاب الدین کی حکومت قائم ہوگئی۔شیخ عزیز الدین ۳۶ رسال تک مصروفِ ہدایت رہے اور بڑی خلقت آپ سے فیض یاب ہوئی۔ ۶۱۲ھ/ ۱۲۱۵ء میں آپ کی وفات ہوئی۔۵؎

سلطان سخی سرورؒ

سید احمد مشہور بہ سلطان سخی سرور ملتان کے موضع کرسی کوٹ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد مولوی اسحق لاہوری سے علومِ ظاہری کی تکمیل کی۔تصوف میں اپنے والد کے علاوہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔پھر لاہور کے موضع سودھرہ میں اقامت اختیار کی اور یادِ الٰہی وخلقِ خدا میں مشغول ہوگئے۔آپ کو اس راہ میں اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ ہر وقت خانقاہ میں جم غفیر لگا رہتا تھا اور حصولِ مراد کے بعد ہی بھیڑ ختم ہوتی تھی۔آپ مقام دھونگل میں بھی کئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سال رہے، بعد میں اپنے وطن کے قریب ضلع ڈیرہ غازی خاں کے ایک گاؤں شاہ کورٹ میں سکونت پذیر ہوے۔ آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر حاکمِ ملتان نے اپنی بیٹی بیاہ دی، مگر وہ حاسدوں کے حسد سے نہ بچ سکے، یہاں تک کہ ۵۷۷ھ/ ۱۱۸۱ء میں انھیں شہید کر دیا گیا۔ مزار شاہ کوٹ کے قریب ہے۔[۶]

شیخ اسمٰعیل لاہوریؒ

شیخ اسمٰعیل لاہوری (م ۴۴۸ھ/ ۱۰۵۶ئ) ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ سادات بخارا سے چل کر لاہور میں مقیم ہوئے اور وعظ وارشاد کی محفل گرم کی۔ آپ کی مجلسِ وعظ میں خلقِ خدا کثرت سے شرکت کرتی تھی۔ ان میں ہندو بھی ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے لاہور کی جامع مسجد میں پہلا جمعہ ادا کیا۔ پہلے ہفتہ میں تقریباً ڈھائی سو افراد نے اسلام قبول کیا۔ دوسرے جمعہ میں پانچ سو اور تیسرے جمعہ میں ایک ہزار۔[۷] محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

> ''شیخ اسماعیل حدیث وتفسیر کے متبحر عالم تھے اور ان کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ شہر لاہور میں اسلام کی تبلیغ کرنے والے پہلے مبلغ تھے۔ ان کا وعظ سننے کے لیے لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو جاتے تھے اور اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد روز بروز بہت تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسا کوئی غیر مسلم نہ تھا جس نے شیخ اسماعیل سے ذاتی قرب حاصل ہونے کے بعد اسلام قبول نہ کیا ہو۔''[۸]

امام حسن صغانی لاہوریؒ

امام حسن صغانی کے آباء واجداد ماوراء النہر سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور خطۂ لاہور میں مقیم ہوگئے۔ یہیں ان کی پیدائش ۵۷۷ھ/ ۱۱۸۱ء میں ہوئی۔ انھوں نے مختلف اسلامی ملکوں میں پہنچ کر تعلیم حاصل کی اور ماہرینِ فن علماء سے اکتسابِ فیض کیا اور لغت وحدیث کے امام کہلائے۔ انہوں نے 'مشارق الانوار' کے نام سے حدیث کی ضخیم کتاب لکھی۔ اس خدمت پر عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلعت وانعام سے نوازا۔ آپ نے اپنا زیادہ تر وقت مکہ معظّمہ اور بغداد میں گزارا ۔کچھ دن ہندوستان میں بھی رہے۔ ۶۵۰ھ/ ۱۲۵۲ء میں آپ کی وفات ہوئی ۔ پوری زندگی تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گزاری۔ کتابِ مذکور کے علاوہ کئی اہم کتابیں مختلف موضوعات پر تحریر کیں، جن کی تعداد نو(۹) ہے۔ رحمان علی نے اپنی کتاب تذکرہ علمائے ہند میں ان کی تفصیل بیان کی ہے ۔۹؎ سید صباح الدین عبد الرحمان نے مزید اور کتابیں ان سے منسوب کی ہیں ۔ان تمام کتابوں میں 'مشارق الانوار' کو جومقبولیت حاصل ہوئی وہ ان کی دوسری تصانیف کو حاصل نہ ہوسکی ۔ ہند وبیرون ہند میں اس کتاب کا خوب چرچا رہا ۔کافی عرصے تک ہندوستان میں علم حدیث میں صرف یہی کتاب رائج رہی اور عالم اسلام کے ممتاز علماء نے اس کی شروح اورحواشی تحریر کیے۔ ۱۰؎ سید سلیمان ندوی کے بقول ''مصنف صغانی نے ہندوستان میں علم حدیث کی روشنی پھیلائی، تاہم یہ روشنی گھر میں کم اور گھر سے باہر زیادہ پھیلی''۔ ۱۱؎ آپ کے دامنِ تربیت سے معروف شخصیتیں فیض یاب ہوئیں،جن کے اسماء گرامی مولانا عبدالحی حسنی نے اپنی کتاب 'نزھۃالخواطر' میں بیان کیے ہیں۔ ۱۲؎

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری کی پیدائش سجستان میں ۵۳۷ھ / ۱۱۴۲ء میں ہوئی۔تعلیم کے لیے وطن سے نکل کر دوسرے اسلامی ملکوں میں پہنچے۔ آخر میں ہرون نیشاپور میں خواجہ عثمان ہرونی چشتی سے وابستہ ہوئے۔مجاہدۂ شاقہ کے بعد ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، پھر مختلف شہروں سے گزرتے ہوئے ہندوستان آئے ۔لاہور، ملتان میں کچھ مدت گزارنے کے بعد دہلی آگئے، یہاں سے کوچ کیا تو اجمیر آ کرٹھہرے اور یہیں مستقل طور پر رشد وہدایت کا چراغ روشن کرنے لگے۔ ہزاروں بندگانِ خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا اور بہت سے ہندوؤں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پروفیسر آرنلڈ نے لکھا ہے کہ دہلی سے اجمیر جاتے ہوئے انہوں نے سات سو افراد کو مسلمان کیا۔ ۱۳؎ جب کہ ملا بدایونی نے اس تعداد کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعین میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ ۱۴؎ ابوالفضل نے بھی بس اتنا لکھا ہے کہ کثیر تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ۱۵؎ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد ہندوستان میں پہلے ہی دن سے اشاعتِ اسلام و تبلیغ پر تھی اوراس کے عالی مرتبت بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ہاتھ پر اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوے کہ تاریخ کے اس اندھیرے میں ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کی یہ کثرت بہت کچھ حضرت خواجہ کی کوششوں اور روحانیت کی رہین منت ہے۔''۱۶؎

نوے (۹۰) سال کی عمر پا کر ۶۲۷ھ/ ۱۲۳۰ء میں آپ نے وفات پائی۔ مزار اجمیر میں ہے، جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کا زمانہ چھٹی صدی ہجری کا ہے۔ تاریخِ ولادت کا پتہ نہیں چلتا۔ جب آپ ڈیڑھ سال کے تھے تو والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نے تعلیم و تربیت کی۔ بیس سال کی عمر میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی خدمت میں پہنچے اور ان سے وابستہ ہوگئے۔ جب خواجہ اجمیری ہندوستان آگئے تو ان کی جدائی کا غم انھیں اتنا ستایا کہ وہ خود بھی بغداد چھوڑ کر یہاں چلے آئے۔ حضرت اجمیری نے آپ کو دہلی میں قیام کرنے اور خلقِ خدا کو فیض پہنچانے کا حکم دیا۔

آپ نے پوری زندگی خلقِ خدا کی تعلیم و تربیت میں بسر کی۔ یہی وجہ ہے کہ مختصر مدت میں آپ کے ذریعہ بہت سے خلفاء تیار ہوئے۔ ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ شیخ نے ہندوستان میں تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفس کے حوالے سے جو اہم خدمت انجام دی ہے، اس پر روشنی ڈالتے ہوے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''دہلی نہ صرف ہندوستان کا دارالحکومت، بلکہ عالم اسلام کی نئی طاقت اور دعوت وتجدید اسلام کا نیا مرکز تھا اور جہاں عالم اسلام کے ممتاز ترین علماء و اساتذہ، سادات و شرفاء اور مشائخ و اہل سلسلہ اور دنیائے اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بہترین دل ودماغ جمع تھے۔ اشاعتِ طریق وتربیتِ قلوب اور نئی ابھرتی ہوئی اسلامی سلطنت کی رہ نمائی کا کام اپنے دامنِ فقر واستغنا کو ذرہ برابر آلودا اور ترک کیے بغیر انجام دینا بڑا نازک اور مشکل تھا۔ اس کے لیے پہاڑ کی سی استقامت اور ہوا کی سی سبک روی اور سبک گامی کی ضرورت تھی، جس سے کسی شیشے کو ٹھیس نہ لگے۔ خواجہ صاحب نے بڑی کام یابی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس نازک اور دشوار کام کو انجام دیا۔ ان کو اس خدمت کے لیے طویل زمانہ نہیں ملا، اپنے شیخ کے بعد تو مشکل سے چار پانچ سال اور زندہ رہے لیکن ان کی ذات سے ہندوستان میں نہ صرف سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد پڑ گئی، بلکہ جن مقاصدِ عالیہ کے لیے حضرت خواجہ معین الدین نے ہندوستان کو اپنے قیام اور کام کے لیے انتخاب کیا تھا وہ صدیوں کے لیے محفوظ ہو گیا۔'' ۱۷؎

خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ

خواجہ فریدالدین گنج شکر ۵۶۹ھ/ ۱۱۷۴ء میں ملتان کے ایک قصبہ کھتوال میں پیدا ہوے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت بختیار کاکی نے ان کی اقامت کے لیے غزنین دروازہ کے پاس ایک جگہ کا انتخاب کیا، جہاں وہ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ شیخ کی تعلیمات وارشادات سے نہ صرف مسلمانوں نے فیض حاصل کیا، بلکہ غیر مسلموں کی بڑی تعداد بھی مشرف بہ اسلام ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ پاک پٹن کے اطراف میں زیادہ تر جو نومسلم ہیں وہ حضرت خواجہ ہی کی برکت سے مسلمان ہوئے۔ پنجاب کے بہت سے افراد کا بھی حضرت کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۸؎

آپ کا انتقال ۶۶۴ھ/ ۱۲۶۵ء میں ہوا۔ اجودھن میں مزار مبارک ہے۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

خواجہ نظام الدین اولیاء ۶۳۶ھ/ ۱۲۳۹ء میں ضلع بدایوں میں پیدا ہوے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ پانچ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تھے۔ والدہ کی شفقت ومحبت میں پلے بڑھے اور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوے۔ تعلیم کی تکمیل دہلی پہنچ کر وہاں کے علمائے کبار سے کی۔ بعد میں خواجہ فریدالدین کی خدمت میں اجودھن پہنچے اور ان سے بیعت کی۔ اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔

آپ کی خانقاہ سے علم ومعارف کے چشمے ابلتے تو اس کا فیض عوام وخواص، ادنیٰ واعلیٰ ہر ایک کو پہنچتا تھا۔ آپ کی محفل میں غیر مسلم بھی شرکت کرتے تھے، بلکہ ان میں سے بعض نے آپ کے ہاتھ پر اسلام بھی قبول کیا۔ ۱۹؎

آپ کا انتقال ماہ ربیع الاول جمعہ کے دن ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء میں ہوا۔ آپ کے ملفوظات کو حسن سجزی نے جمع کیا ہے، جو علمی دنیا میں بہت مقبول ہے۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی (م ۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶ئ) شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید اور خلیفہ تھے۔ وہ اپنے خلفاء کو اس بات کی تلقین کرتے تھے کہ علومِ دین کی اشاعت اور شریعتِ اسلامی کی ترویج میں مصروف رہیں۔ انھوں نے اپنے بھانجے اور خلیفۂ اعظم خواجہ کمال الدینؒ کو احمد آباد بھیجا، جہاں ان کی اولاد واحفاد نے سلسلۂ تبلیغ جاری رکھا۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین کے صاحب زادے شیخ سراج الدین کا مزار گجرات کے پرانے پایۂ تخت پٹن میں موجود ہے۔ اسی طرح انھوں نے مولانا خواجگی اور شیخ احمد تھانیسری کو کالپی میں خلیفہ بنا کر بھیجا۔ وہیں ان دونوں بزگوں کے مزار ہیں۔ دکن میں آپ کے نام ور خلیفہ حضرت گیسو درازؒ ہیں۔ پونا اور ہلگام کے بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ۲۰؎ آپ نے نہ صرف اصلاح وتربیت اور ارشاد وہدایت کے ذریعے تسخیرِ قلوب کا کام بڑے پیمانے پر انجام دیا، بلکہ علومِ اسلامیہ کی نشر واشاعت کی بھی خدمت انجام دی۔ کلام، تصوف اور تفسیر میں ایک سو سے زیادہ کتابیں تحریر کیں۔ آپ کے ملفوظات وارشادات کا مجموعہ 'خیر المجالس' کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ جلال الدین تبریزیؒ

خطۂ بنگال کو سب سے پہلے جس بزرگ ہستی نے اپنے قدمِ مبارک سے رونق بخشی وہ شیخ جلال الدین تبریزی ہیں۔ آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خواجہ تاش تھے۔ شیخ اپنے پیر بھائی سے ملنے کے لیے ملتان آئے، کچھ مدت یہاں گزارنے کے بعد دہلی تشریف لائے اور خواجہ قطب الدین کاکی سے خلافت حاصل کی۔ پھر بدایوں ہوتے ہوئے بنگال پہنچے۔ یہاں آپ نے تبلیغ وارشاد کا کام نہایت کامیابی سے انجام دیا، جس کے نتیجہ میں بڑی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کا انتقال ۶۲۲ھ/ ۱۲۲۵ء میں ہوا۔ سلہٹ میں مزار ہے۔ پھر سلطان المشائخ نے سراج الدین بدایونی کو خلیفہ بنا کر بنگال روانہ کیا۔ ان کے مرید شیخ علاء الدین علاء الحق، پھر ان کے مرید میر اشرف جہاں گیری تھے۔ ان بزرگوں کے صدہا مریدوں نے بنگال میں اسلام پھیلایا۔ ۲۱؎ ان کی تبلیغی مساعی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

> ”ان بزرگوں کے لیے، جن میں مفلس ماہی گیر، شکاری قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشت کار تھے، اسلام ایک اوتار تھا، جو ان کے لیے آکاش سے اترا تھا۔ وہ حکم راں قوم کا مذہب تھا، اس کے پھیلانے والے باخدا لوگ تھے، جنھوں نے توحید ومساوات کا مژدہ ایسی قوم کو سنایا جن کو سب ذلیل وخوار سمجھتے تھے۔ اس کی تعلیم نے خدا اور اسلامی اخوت کا بلند ترین تخیل پیدا کر دیا اور بنگال کی کثرت سے بڑھنے والی قوموں کو، جو صدیوں سے ہندوؤں کے طبقے سے تقریباً خارج ہو کر بڑی ذلت و خواری کے دن کاٹ رہی تھیں، اسلام نے بلا تامل اپنی اخوت کے دائرے میں شامل کرلیا۔“ ۲۲؎

شیخ شرف الدین یحییٰ مَنیریؒ

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری پٹنہ، بہار سے متصل بستی منیر کے ایک علمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھرانے میں ۲۹ ر شعبان ۶۶۱ھ/ ۱۲۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ پھر سنار گاؤں (بنگالہ) پہنچ کر علوم ظاہری کی تکمیل کی۔اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور وہاں مختلف اولیائے کبار کے آستانوں پر حاضری دی۔ یہاں تک کہ آخر میں شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بیعت ہوگئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اجازت وخلافت حاصل کر کے اپنے وطن لوٹے اور ایک مدت تک صحرا نوردی اختیار کی۔ بعد میں عقیدت مندوں کے اصرار پر جنگل سے نکل کر آبادی میں قیام فرمایا اور خلقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی فرمانے لگے۔ ۲۳؎ آپ کی وفات شوال ۷۸۲ھ/ ۱۳۸۰ء میں ہوئی۔

آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ خلق خدا کی ہدایت وارشاد اور طالبین کی تعلیم وتربیت میں گزارا۔ اس عرصہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ متعدد ہندو فقیروں اور جوگیوں کے قبولِ اسلام کے واقعات نقل کیے گئے ہیں۔ ۲۴؎ آپ کثیر التصانیف بزرگوں میں سے ہیں۔آپ کے مکتوبات کو بڑی اہمیت اور شہرت حاصل ہے۔آپ کی خدماتِ جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

> ''حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا تمام تر کارنامہ یہی نہیں ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے باشندوں کو خدا کا راستہ دکھایا، معرفتِ الٰہی اور تعلق مع اللہ کی ضرورت واہمیت دل نشیں کی، ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دلوں میں عشقِ الٰہی اور خدا طلبی کی حرارت پیدا کردی اور سلوک و معرفت کے اسرار ونکات اور لطیف و بلند علوم کا اظہار فرمایا، بلکہ بعض دوسرے مصلحینِ امت کی طرح ان کا یہ بھی عظیم وروشن کارنامہ ہے کہ انہوں نے بروقت دین کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ مسلمانوں کے دین و ایمان کو غالی صوفیوں کی بے اعتدالیوں، ملحدین کی تحریفات اور باطنیت وزندقہ کے اثرات سے محفوظ رکھا اور ان مغالطوں کا پردہ چاک کیا جو بد اعتقاد صوفیوں، جعلی مشائخ اور فلسفۂ باطنیت سے متاثر اشراقیین کی دعوت وتبلیغ سے ہندوستان جیسے دور افتادہ ملک میں سحر کا اثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتے تھے ۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں ان سب عقائد وخیالات پر کاری ضرب لگائی جن کے پردہ میں پنہاں الحاد وزندقہ پھیل رہا تھا اور اسلامی عقائد متزلزل ہو رہے تھے اور اسلام کے عقائدِ صحیحہ اور اہلِ سنت کے مسلک کی نہایت موثر طاقت ور وکالت اور تبلیغ کی"۔ ۲۵؎

مخدوم جہانیان جہاں گشتؒ

جلال الدین مخدوم جہانیان جہاں گشت ۱۴/شعبان ۷۰۷ھ/ ۱۳۰۷ء میں اوچ کے مقام پر پیدا ہوے۔ابتدائی درسی کتابیں اپنے چچا سید محمد بخاری اور کچھ دوسرے علماء سے پڑھیں ۔اس کے بعد مختلف علاقوں کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے علمی استفادہ کرتے رہے، شیخ رکن الدین کے ہاتھ پر بیعت کی ۔۲۶؎ آپ ہمیشہ فکر مند رہتے تھے کہ برادرانِ وطن کے درمیان زیادہ سے زیادہ اسلام کی اشاعت کی جائے۔ آپ کی مساعی سے بہت سے افراد حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے ۔ اوچ، سندھ، گجرات وغیرہ کے علاقہ میں آپ کے ذریعہ اسلام کی خوب اشاعت ہوئی ۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی مساعی کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا ہے ۔۲۷؎ شیخ محمد اکرام کی تصریح کے مطابق مغربی پنجاب کے بہت سے قبیلوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، جن میں کھرل راج پوتوں کا مشہور اور بڑا قبیلہ بھی شامل ہے ۔آپ کا فیض ہندوستان کے تمام علاقوں میں پہنچا۔ ۲۸؎ ایوب قادری نے بھی اپنی کتاب میں ان کی مساعی کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے ۔۲۹؎ سید صباح الدین عبدالرحمن لکھتے ہیں:

"حضرت مخدوم جہانیان گشت اچ سے تشریف لائے تو راستے میں بہت سے غیر مسلم ان کے دستِ مبارک پر اسلام لائے۔" ۳۰؎

شیخ کی وفات ۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء میں ۷۸/ سال کی عمر میں ہوئی۔آپ کا مزار ملتان میں ہے ۔

سید گیسو دراز بندہ نوازؒ

سید محمد گیسو دراز بندہ نواز ۷۲۰ھ/ ۱۳۲۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی عمر دس (۱۰) سال کی تھی کہ والد سید محمد یوسف کا دولت آباد میں انتقال ہو گیا۔ حفظِ قرآن کے بعد علوم دینیہ کی تکمیل انیس (۱۹) سال کی عمر میں کی، پھر خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی منزلیں طے کیں اور بیعت ہو کر خلافت و اجازت حاصل کی۔ آپ غیر مسلموں کے ساتھ مناظرہ میں بڑی دل چسپی لیتے تھے، تاکہ اسلام کی صداقت و حقانیت ان پر آشکارا ہو اور وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپ کے ملفوظات 'جوامع الکلم' سے آپ کے بہت سے مناظروں کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کا انتقال ۸۲۵ھ/ ۱۴۲۲ء میں ہوا۔ مزار مبارک گلبرگہ میں ہے۔ آپ کی تبلیغی مساعی کے حوالے سے پروفیسر آرنلڈ نے لکھا ہے:

> ''چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں سید حسین گیسو دراز، جن کو سید مخدوم گیسو دراز بھی کہا جاتا ہے، گلبرگہ میں بڑے پیر ہوئے۔ انہوں نے پونہ کے ہندوؤں کو مسلمان کیا اور بیس (۲۰) برس کے بعد ہلگام کے ہندوؤں کو مسلمان کرنے میں ان کو بہت کامیابی ہوئی۔''[۳۱]

آپ نے نہ صرف خانقاہ میں بیٹھ کر رشد و ہدایت کی محفل گرم کی اور بے شمار خلقِ خدا کو فائدہ پہنچایا، بلکہ تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی دین کی خدمت کی۔ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

> ''حضرت سید گیسو دراز کی تصانیف کی تعداد آپ کی عمر کے سنین کے مطابق ایک سو پانچ بتائی جاتی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ سیر محمدی میں ۳۱/ کتابوں کے نام گنائے گئے ہیں، جو زیادہ تر تصوف میں ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ علومِ اسلامی کا کوئی شعبہ نظر انداز نہیں ہوا۔ آپ نے کلام مجید کی ایک تفسیر سلوک کے رنگ میں لکھی اور کشاف کے طرز پر ایک اور تفسیر شروع کی تھی، لیکن پانچ سپاروں سے آگے نہ جاسکی۔ کشاف پر آپ نے حواشی بھی لکھے۔ ان کے علاوہ شرح فصوص الحکم، معارف شرح عوارف، شرح فقہ اکبر (عربی و فارسی) رسالہ سیرۃ النبی، شرح آداب المریدین، اسماء الاسرار قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں۔''[۳۲]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

شیخ عبدالقدوس گنگوہی ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء میں بارہ بنکی صوبہ اتر پردیش کے ایک قصبہ 'ردولی' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد شیخ اسمٰعیل سے حاصل کی۔ درسیات کی اعلی کتابوں کا ذاتی مطالعہ کیا۔ جب عبادتِ الٰہی اور جذبہ شوق نے زیادہ اثر دکھایا تو شیخ احمد عبدالحق ردولوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت ہو گئے۔

شریعت کے امور بجالانے میں وہ ذرہ برابر کوتاہی یا کمی بیشی نہیں کرتے تھے۔ تمام مسائل میں مسلکِ اہل سنت والجماعت کی سختی سے پابندی اور فقہ حنفی کی پیروی کرتے تھے۔ شرعی پابندی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی چیز میں ذرہ برابر شبہ ہو جاتا تو اس سے پرہیز کرتے۔

آپ کے فیوض وبرکات بے شمار لوگوں تک پہنچے اور تصوف میں جو غلو پایا جاتا تھا اس کا ازالہ ہوا۔ آپ نے مشائخِ چشت کے اصولوں سے ہٹ کر سلاطین وقت سے ربط وضبط رکھا، ان کی اصلاح پر زور دیا اور گاہے گاہے اپنے خطوط کے ذریعے انھیں نصیحت کرتے کہ حکومت کے امور شریعتِ اسلامی کی روشنی میں انجام دیے جائیں۔ لودھی، بابر اور ہمایوں کے نام انہوں نے جو خطوط لکھے ہیں وہ اسی کی غمازی کرتے ہیں۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے شروع میں ذکر اللہ اور تربیتِ خلق کی مجلس اپنے وطن ردولی میں ہی گرم کی۔ کسی وجہ سے وہاں کے حالات دگرگوں ہوئے تو شاہ آباد چلے آئے، جہاں اڑتیس (۳۸) برسوں تک ارشاد وتلقین کی مجلس آراستہ رہی۔ آخرِ عمر میں گنگوہ چلے آئے۔ یہیں ان کا انتقال ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء میں ہوا۔ ان کا شمار حنفی مسلک کے ترجمان اور ایک بلند پایہ مصنف کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ فصوص الحکم پر حاشیہ لکھنے کے ساتھ رسالۂ قدسیہ، غرائب الفوائد، رشد نامہ، مظہر العجائب اور مکتوبات قدوسیہ آپ کی ہی تصانیف ہیں۔ [۳۳]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کے خلفا کی تعداد بہت ہے، لیکن آپ کا سلسلہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے ذریعہ آگے بڑھا۔ آپ کی اولاد میں ایک اہم نام ملا عبدالنبی گنگوہی کا ہے، جو بڑے پایہ کے عالم تھے۔ ملا عبدالنبی کے علم وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اکبر بادشاہ ان کی جوتی سیدھی کرتا تھا، مگر بعد میں بعض وجوہ سے وہ ان سے متنفر ہوگیا تھا۔ ۳۴ ملاعبدالنبی کے صاحب زادوں ابوالفیض اور فیضی نے اپنے علم وفضل کی وجہ سے دربارِ اکبری میں بڑی ناموری حاصل کی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ئ–۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ئ) بھی اکبر اور جہاں گیر کے عہد میں گزرے ہیں۔ آپ علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد اٹھائیس (۲۸) برس کی عمر میں حجاز تشریف لے گئے اور تین چار برس مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں رہ کر علم حدیث کی تکمیل کی۔ پھر وہاں سے واپس آکر ہندوستان میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مصروف ہوئے۔ ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے علم حدیث کو ہندوستان میں رواج دیا۔ اس کے علاوہ بھی انھوں نے مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تحریر کیں اور امت کی اصلاح کی فکر میں لگے رہے۔ ۳۵ سید صباح الدین عبد الرحمن، امام حسن صغانی کی مشارق الانوار اور علاء الدین علی کی کنز العمال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اگر ان کتابوں سے قطع نظر کرلیا جائے تو ہندوستان میں حدیث کی صحیح خدمت یہاں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہونے کے ساڑھے تین سو برس بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کی۔ انھوں نے حدیث پر ایک درجن کتابیں لکھیں، جن میں مشہور مشکوٰۃ کی عربی شرح 'لمعات التنقیح' اور فارسی شرح 'اشعۃ اللمعات' ہیں۔ شیخ مجدالدین فیروز آبادی کی سفرالسعادۃ کی فارسی شرح بھی انھی نے لکھی، جو حافظ ابن قیم کی زادالمعاد کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ انھی کی وجہ سے دہلی علم حدیث کا دارالسلطنت بن گیا۔'' ۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ۴ر شوال ۹۷۱ھ/ ۲۶ر مئی ۱۵۶۴ء میں سرہند کے ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سے حاصل کی، پھر سیال کوٹ پہنچے اور وہاں کے علمائے کبار ومحدثین سے علم کی تکمیل کر کے سترہ (۱۷) سال کی عمر میں وطن واپس لوٹے اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ بعد میں خواجہ باقی باللہ کی صحبت اختیار کی، جنھوں نے جلد ہی آپ کو خلافت سونپ دی۔ آپ کا انتقال ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۸ء میں ہوا۔

شہنشاہ اکبر کے عہد میں اسلام کو جو نقصان پہنچا اس کی نظیر دوسرے سلاطین کے عہد میں نہیں ملتی۔ اس سے یہاں نہ صرف اسلام کم زور ہوا، بلکہ مسلمانوں کی دینی و مذہبی حالت بھی کافی کم زور ہو گئی تھی اور دینی حمیت رکھنے والے مسلمان اس عظیم فتنہ کو روکنے میں بے بس نظر آرہے تھے۔

شیخ احمد سرہندی نے اپنے تجدیدی کام کا آغاز کیا تو اکبر کا انتقال ہو چکا تھا۔ گو اس کے انتقال سے بے دینی کا جو شعلہ بھڑک رہا تھا وہ کسی حد تک سرد ضرور ہو گیا تھا، مگر اس کے اثرات پوری طرح برقرار تھے۔ خود جہاں گیر بھی اس بلائے عظیم کا اسیر تھا۔ چنانچہ حضرت مجدد نے پہلے اس کے مقرب ترین امراء کو اپنے وعظ وارشاد سے متاثر کیا، پھر ان کو واسطہ بنا کر اسلامی تعلیمات سے بادشاہ کو مستفیض کیا۔ ادھر اپنے خلفاء ومریدین کو بڑی تعداد میں تیار کر کے ملک کے کونے کونے میں روانہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں گیر بھی بہ تدریج حضرت کی نصیحت اور تعلیمات سے متاثر ہو گیا اور دین کی حمایت اور اسلام کو عروج واستحکام بخشنے کی کافی حد تک کوشش کرنے لگا۔

حضرت مجدد نے فتنۂ اکبری کو روکنے کے لیے جہاد باللسان کے ساتھ جہاد بالقلم بھی کیا۔ علماء، صوفیہ، مشائخ، شیعہ، سنی، جاہل عوام، امراء اور ارکانِ سلطنت کے علاوہ غیر مسلموں کی اصلاح وتربیت پر توجہ دی، ان کے اندر اسلام سے جو بغاوت پائی جاتی ہے اس کا انسداد کیا اور دین کے مختلف شعبوں میں جو اضمحلال پیدا ہو گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا، اس کے ازالہ کے لیے مثبت لائحہ عمل پیش کیا۔ ان کے مکتوبات کے بارے میں پروفیسر محمد فرمان رقم طراز ہیں:

> ”شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات کے مطالعہ سے آپ کی علمیت، معرفت، خلوص اور شرع کی پابندی کا ایک ایسا حسین، دل کش اور مستحکم منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جس سے پڑھنے والا اپنے دل میں ایک سرور اور سوز محسوس کرتا ہے۔“۳۷

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی کے ایک علمی خانوادے میں ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عہد میں مسلمانوں کی نہ صرف سیاسی حالت ناگفتہ بہ تھی، بلکہ وہ اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے بھی بہت خستہ حال ہو گئے تھے اور طرح طرح کی خرابیاں ان میں در آئی تھیں۔ ان کی اصلاح اور انسداد کے لیے انھوں نے تصنیف و تالیف اور وعظ و تذکیر کا سہارا لیا۔ ان کی کوشش تھی کہ ایک طرف مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو اور پھر سے ایک مضبوط سلطنت وجود میں آئے، دوسری طرف وہ اپنی اخلاقی خرابیوں کو دور اور غیر اسلامی طریقوں اور رسوم و روایات کو ترک کر کے دورِ اول کے مسلمانوں جیسی زندگی اختیار کر لیں۔۳۸

شاہ صاحب نے اصلاحِ معاشرہ پر بھی زور دیا اور مسلمانوں میں ہندوؤں کے اثرات سے شادی بیاہ کی جو غلط رسوم جڑ پکڑ گئی تھیں ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ انھوں نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اختلاف کی دیوار پاٹنے کی بھی کامیاب کوشش کی۔

ان کا یہ کارنامہ بھی اہم ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کر کے عوام کے سامنے پیش کیا، تاکہ لوگ کلام اللہ کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کریں۔ آپ کی یہ سعی مقبول ہوئی اور گھر گھر قرآن مجید کے معانی و مطالب کا چرچا ہونے لگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہوں نے بہ کثرت مختلف موضوعات پر کتابیں تحریر کیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور تصوف پر ان کی اہم تصانیف ہیں، جن میں حجۃ اللہ البالغہ منفرد نوعیت کی کتاب شمار کی جاتی ہے۔ آپ کی وفات ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء میں ہوئی اور دہلی میں بہ مقام مہندیاں سپردخاک ہوئے۔

مرزا مظہر جان جاناںؒ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہم عصر حضرت مرزا مظہر جان جاناں (۱۱۱۱ھ/ ۱۶۹۹–۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ئ) نے بھی مسلمانوں کے کھوئے ہوے وقار کی بازیافت اور اسلامی علوم وفنون کی ترویج واشاعت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ انہوں نے درس وتدریس کے علاوہ وعظ ونصیحت کا کام بھی کیا اور مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنے اعمال وافعال کا محاسبہ کریں اور امتِ واحدہ کا مظاہرہ کرتے ہوے دینِ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ وہ سلاطین وامراء سے بھی کہتے تھے کہ وہ اپنے جاہ ومنصب کا احترام کریں اور اللہ نے انہیں جس خدمت پر مامور کیا ہے اس سے ہرگز غفلت نہ برتیں۔ اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کے لیے انہوں نے بڑی تعداد میں خطوط لکھے۔

مرزا صاحب نے اپنے دور میں سیاسی، مذہبی، سماجی اور اقتصادی افراتفری کے باوجود بڑی حدتک کوشش کی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو دوری اور کشیدگی پائی جاتی ہے، اس کا ازالہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے ہندوؤں کی مذہبی کتاب وید کو الہامی کتاب مانتے ہوے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اس کے متعلق غلط اور منفی نظریہ قائم کرنے سے احتراز کریں، کیوں کہ یہ دین (ہندومت) پہلے ایک مرتب دین تھا، اب منسوخ ہو گیا ہے۔[۳۹] اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندومت کے سلسلے میں آپ کا جو مثبت نظریہ تھا اس سے ہندوؤں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے قربت کا جذبہ پیدا ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

شاہ اسمٰعیل شہید(۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ئ—۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ئ) کا شمار اپنے زمانہ کے بڑے علماء میں ہوتا ہے ۔ شاہ ولی اللہ نے مسلمانوں کی اصلاح اور قرآن وحدیث کی تعلیم عام کرنے کا جو کام شروع کیا تھا اس کو سب سے زیادہ ترقی شاہ اسمٰعیل نے دی ۔ وہ کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں تقویۃ الایمان سب سے زیادہ مقبول ہوئی ۔ اس کتاب میں انھوں نے بتایا ہے کہ وہی زندگی ،تہذیب اور معاشرت اسلامی ہے جو قرآن و سنت کے مطابق ہو ،اس کے علاوہ کوئی زندگی یا تہذیب یا معاشرت اسلامی نہیں کہی جا سکتی۔ اس کتاب نے مسلمانوں میں ایک بڑا ذہنی انقلاب پیدا کیا۔ عمومی دعوت و اصلاح کے اس عظیم کام کے ساتھ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا۔ آپ نے احمد شہید کی نہ صرف ہم رکابی اور رفاقت کا حق ادا کیا، بلکہ اس کام میں آپ کی حیثیت تحریک کے ایک قائد وامیر کے وزیر ونائب کی تھی ۔ آپ نے بالا کوٹ کے معرکہ میں شہادت کا شرف حاصل کیا۔ [۴۰]

سید احمد شہیدؒ

سید احمد شہید(۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۷ئ—۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ئ) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد اور مرید تھے اور ان کے ہاتھ پر شاہ اسمٰعیل نے بیعت کی تھی ۔ دونوں کی کوششوں سے تجدیدِ دین کی ایک نئی تحریک شروع ہوئی، جس کو ہندوستان میں سب سے پہلی اسلامی تحریک سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے ۔ انھوں نے مل کر مسلمانوں کی ایک مخلص جماعت پیدا کی، جس نے جہاد کا علم بلند کیا۔ اس جماعت کو اگر چہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور بالا کوٹ میں دونوں حضرات شہید ہو گئے، لیکن جس طرح کربلا میں امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اسلام زندہ ہوا ، اسی طرح بالا کوٹ میں جماعت مجاہدین کی شہادت کے بعد ہندوستان میں اسلام کا پھر سے احیاء ہوا ، کیوں کہ ان دونوں بزرگوں کے پیروؤں نے ان کی تعلیمات کو پنجاب سے لے کر بنگال تک عام کیا۔

© rasailojaraid.com